٭ ڈاکٹر زبیدہ جان

الحاج سیّد شمس الدّین عتیق

خطۂ کشمیر کو فارسی زبان وادب کی پذیرائی اور آبیاری کرنے کا جو اعزاز صدیوں تک حاصل رہا ہے وہی اس خطے کے ایران صغیر کہلائے جانے کا بنیادی سبب قرار دیا جاسکتا ہے. فارسی زبان وادب کے ساتھ کشمیریوں کی پشت در پشت قایم رہی ہوئی وابستگی گذشتہ چھ صدیوں پر محیط ہے. اس وابستگی کی معنویت بیسویں صدی عیسوی کے آخر تک اپنا رنگ قایم رکھ سکی ہے. چنانچہ مذکورہ صدی کے آخری نصف میں ہمارے بزرگ نسل کے جن سرکردہ اصحاب نے فارسی گوئی کی روشن روایت کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے ان میں مولانا حیرت کاملیؔ، مولانا فطرت گیلانی، مولانا محمد امین داراب اور مولانا شمس الدین عمگین جیسے کئی نام روشن ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں. ہر چند کہ اب نئے نظام تعلیم کے تحت فارسی زبان کے پڑھانے کا سلسلہ اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر قایم رکھنے کا حوصلہ افزا ماحول باقی نہ رہنے دیا گیا پھر بھی قند پارسی کہلانے والی یہ شیریں زبان اپنا اثر و نفوذ ہماری ثقافت کے ہر شعبے میں قایم رکھ سکی ہے. خاص طور پر ہماری دینی، ادبی اور سماجی مجلسوں کو چار چاند لگانے میں فارسی کے اساتذہ کا رول اب تک دوسروں سے آگے نظر آتا ہے. ایسے اساتذہ

اور عوامی سطح پر فارسی زبان و ادب کے خادموں میں سید شمس الدین عتیق بھی شامل ہیں جو کئی کتابوں کے مصنف ہونے کے باوجود اب تک گمنام نہ سہی تب بھی اکثر ادبی حلقوں میں کم معروف رہے ہیں۔ میں وقتاً فوقتاً فارسی کے ایسے محسنوں کو متعارف کرانے کا کام ایک سعادت سمجھ کر انجام دینے کی کوشش کرتی رہتی ہوں اور یوں آج ان ہی مولانا عتیق صاحب سے آپ کو متعارف کرانے کی جسارت کر رہی ہوں۔

کشمیر کے سیاسی اور سماجی منظر نامے میں بیسویں صدی کے مختلف اثرات کے تحت اگرچہ لوگوں کی دل چسپی فارسی زبان و ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ بہت کمزور ہوتی گئی ہے پھر بھی بعض اہل نظر اور اہل قلم حضرات کی بدولت باشعور کشمیریوں نے سادات اور اولیاؒ کی امانت جان کر اس تبلیغ کا ذریعہ اظہار بنی ہوئی زبان کو سینے سے لگا رکھا ہے چنانچہ مذکورہ ناموں میں پیر عبدالقادر آثم، پروفیسر نند لال کول طالب، مرزا کمال الدین شیدا، خواجہ غلام رسول کامگار کشتواری، رسا جاودانی، محمد طیب شاہ صدیقی، میر غلام رسول نازکی، پروفیسر قاضی غلام محمد، پروفیسر مرغوب بانہالی اور پروفیسر غلام محمد شاد بھی اپنی طبع آزمائی سے فارسی گوئی کی روشن روایت قایم رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان بزرگوں میں بنیادی نام شمس الدین رکھنے والے تین چار فارسی عالموں کو ایک ہی زمانے کے خادمانِ زبان فارسی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جن میں پروفیسر شمس الدین احمد، مولانا شمس الدین حیرت کاملی اور سید شمس الدین غمگین کے علاوہ مذکورہ سید شمس الدین عتیق بھی شامل ہے۔ عتیق اُس سید خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے اپنے ناموں کو کئی نسبتوں سے سجا رکھا ہے مثلاً کہیں بخاریہ کہیں خانیہ اور کہیں خود کو رضویہ سادات قرار دیا ہے۔ سید شمس الدین عتیق بڈگام کے گاؤں دہرمونہ میں ۹ جون انیس سو بائیس ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے تھے اور ان کے اپنے ذاتی اندراج کے

Scanned with CamScanner

مطابق درج ذیل سلسلہ نسب رکھتے تھے۔

سید شمس الدین ابن سید نور الدین ابن سید صدر الدین ابن سید علاؤ الدین ابن سید سیف الدین خان چیوڈاری۔ یہاں قارئین کے دل میں یہ سوال ضرور پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر آپ "خان" ہیں تو "سید" کیسے ہوئے واقعتاً سید خاندان کے ساتھ خان لفظ کی اضافت کچھ خوامخواہ کی پیوند کاری لگتی ہے البتہ "خان" لفظ ایک منصب کی وجہ سے استعمال ہوا ہے اور تاریخ کشمیر میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً سید مبارک خان بیہقی یا سید مرزا اکمل الدین بدخشی۔ سید شمس الدین عتیق کا خاندان بھی دوسرے سادات خانوادوں کی طرح علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں مشہور رہا ہے۔ تاریخ جامع الاسرار بہ تحایف الابرار تالیف ابو محمد حاجی محمد الدین اس بات کی شہادت یوں پیش کرتی ہے "سید علاؤ الدین خان المعروف سید علی خان ابن سید سیف الدین خان چیوڈاری است نیز از مریدانِ ابوالفقراءؒ است۔ وی بہ امر مرشدِ بزرگوار دوازدہ سال بہ خلوت در غار بہ مقام بنڈگام نشستہ بود۔ پس از دوازدہ سال مُرشدِ باکمال در غارِ مذکور تشریف می بُردند و دیدند کہ تمام اعضای خلیفہ بوسیدہ شدہ پس اورا در پنبہ پیچیدہ از آں غار بیروں آوردند و اورا خرقہ در بر کردند۔ وخلیفہ خودش گردانید پس آن سیادت مآب عمر خود را در کارھای ہدایت آثار صرف فرمودند وگمراہاں را بدلالت بجانب ہدایت از ضلالت برآوردند۔" سلطانیہ میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے

بود تا بود سید السادات
در اور قبلۂ ذوی الحاجات

بود ہفتاد ویک فزوں ز ہزار
کہ بہ صدرِ جنان گرفتہ قرار

Scanned with CamScanner

سید شمس الدین صاحب نے قرآن کی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کرنے کے بعد سید محمد یاسین شاہ سے عربی اور فارسی کی تعلیم پائی تھی۔ مروجہ نصاب میں پرائمری سکول سویہ بگ میں زیر تعلیم رہنے کے بعد ہائی سکول بیجبوڑہ سے مڈل پاس کیا تھا۔ مزید تعلیم کی کشش نے والد صاحب کی اجازت کے بغیر امرتسر پہنچایا تھا۔ وہاں اعلیٰ درجے کے علماء و فضلاء سے اکتساب فیض کا موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ صرف و نحو اور منطق و فلسفہ میں بھی کامل دسترس حاصل کی تھی پھر لاہور کے مدرسہ حزب الاحناف میں داخلہ لیا۔ یہاں فقہ اور حدیث کا درس لیتے رہے۔ پھر اورنیٹل کالج لاہور میں مولوی درجے میں داخلہ لیا۔ یہاں سے فارغ ہوکر پھر مدرسہ حزب الاحناف میں تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کرلیا۔ بعد میں والد صاحب کے اسرار پر وطن واپس آگئے ۱۹۵۰ء میں محکمہ تعلیم میں عربی ٹیچر کی حیثیت سے ملازم ہوگئے۔ پہلی تقرری للداخ میں ہوئی پھر کچھ عرصہ ناکام چرارشریف اور بڈگام کے مختلف سکولوں میں درس دیتے رہے اور یوں ہائی سکول واڈون بڈگام میں اردو عربی اور فارسی اُستاد کی حیثیت سے ۳۱، دسمبر ۱۹۷۶ء کو ملازمت کی معیاد پوری کرکے سبکدوش ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کئی علاقوں میں جامع مسجدوں میں خطیب اور امام کا فرض نبھاتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ وعظ و تبلیغ بھی فرماتے رہے۔ آپ سید بدرالدین تارہ بلی سے بیعت ہوئے تھے۔ سید غلام الدین واڈولی، سید غلام محمد ھندوارہ، پیر غلام محمد کرالہ پورہ، پیر غلام مصطفیٰ ساکن تولہ مولہ، سید نورالدین گیلانی ساکن رنگہ ٹینگ سری نگر وہ اہل اللہ تھے جن سے آپ نے روحانی فیض پایا تھا۔

عتیق نے لڑکپن سے ہی شعروشاعری میں دل چسپی لینا شروع کردی۔ تخلیقی عمل کا آغاز مادری زبان میں کیا البتہ اُسی زمانے میں کشمیری کے ساتھ ساتھ

Scanned with CamScanner

اردو میں بھی طبع آزمائی کرنے لگے اور آٹھ دس سال کے وقفے کے بعد طبیعت کا میلان فارسی میں شعر کہنے کی طرف بھی ہوگیا۔ اپنے ایک تحریری بیان کے مطابق عتیق نے اُسی زمانے میں سید علاؤالدین کی ایک منقبت کہی جب آپ ایک پرائمری سکول میں زیرِ تعلیم تھے۔ ۱۹۶۶ء کے بعد شعر کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا اور اردو فارسی و کشمیری تینوں زبانوں میں طبیعت کا دریا اُمڈ آیا۔ کچھ ایسا لگتا تھا کہ اندر سے ابال آرہا ہے۔ یہ بات عتیق نے ایک شعر میں بھی یوں بیان کردی ہے ؎

پہلے کہتا تھا قلم سے جھک، مگر جھکتا نہ تھا
اب قلم سے کہہ رہا ہوں رُک، مگر رکتا نہیں

ابتدائی زمانہ میں عتیق کے اردو اشعار پر فارسی آمیز عبارت کا یعنی ریختہ کا رنگ چڑھا ہوا تھا مثلاً ؎

خدا جانے میں کس گرداب میں ہوں
تڑپتا ہے جگر سیماب میں ہوں
قرارِ دل کہاں سیماب میں ہوں
بہ آغوشم بشو بیتاب میں ہوں

آپ کو اپنے ہمعصر شعراء میں سے جن کے ساتھ براہ راست صحبت کا موقع ملا ہے اُن میں عبدالجبار خاموش کریری، مولانا سید علی گوہر بخاری، محمد طیب شاہ صدیقی ضیغم، سید محمد اکبر ہاشمی، فاضل کشمیری اور سید نورالدین گیلانی کا آپ نے خود بھی ذکر کیا ہے عتیق صاحب نے ایک پرگو شاعر ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ آپ کی جو کتابیں اب تک منظرِ عام پر آگئی ہیں اُن کے نام اس طرح سے لئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ فخرِ کائناتؐ :۔ یہ ۱۴۴ صفحات پر مشتمل آپ کی شایع ہوئی پہلی فارسی کتاب

ہے. اس میں آپ کے فارسی کلام کی پختگی محسوس ہو جاتی ہے. مثلاً یہ چند اشعار دیکھئے ؎

نسیم جان فزا باد مدینہ
صلوٰۃ و ہم تحیہ بر مدینہ

شمیم دلربا یاد مدینہ
ز گلزار جنان خوشتر مدینہ

معطر شد دماغم از وجودش
مدینہ مطلع خندان احمدؐ

دلم دارندہ او راد مدینہ
شراب شربت کوثر مدینہ

یا ایک دوسری نعت کے یہ اشعار ؎

رُخ احمدؐ متاعِ دل رُبائی
شفیع من رسول من نگاہے

سرور نور جان صبح گاہی
کنی گرسوی من یا بم پناہے

شعاع روئے او شمس و قمر دان
فراغ جاودانی دست آید

چہ نورش محو باذاتِ خدائی
رذندہ شوم برشاہ راہے.

اس کتاب کا بیشتر حصہ نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے. البتہ صنف غزل کے علاوہ صنفِ رباعی میں بھی کئی عنوانوں کے تحت اس میں عمدہ اظہار کیا گیا ہے. مثلاً ؎

Scanned with CamScanner

خدا گفتہ بقرآن لن تنالوا
چہ سودائے نہ این است قیل قالوا
ازین رو عاشقانش نقد جان را
فدا کردند بالحق و تواصوا

★

زفیضش زندہ مانم تا قیامت
نہ ایں سائبان چرخ دوار
نگاہم منظر انوار باشد
کہ دیدم گلبن بدر رشک گلزار

★

خضر راگیر ہمرہ یاب اورا
نیابد دولتش جز بخت بیدار
عتیق کاشمر باتو رساند
گل خوشبوئے از دیدارِ دلدار

★

ان میں سے پہلے حصے کو جو عنوان دیا گیا ہے وہ خطاب بہ مجُبّے ہے۔ اس میں دس رباعیاں شامل کی گئیں ہیں جب کہ دوسرے حصے کا عنوان ہے "شبستانِ دیارِ محبوب" یہ حصہ پانچ رباعیوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں بعض تخلیقات مسلمانوں کے ہاں قدر و منزلت والی راتوں کے ساتھ منسوب ہیں مثلاً صفحہ ۸۴ پر "فضایل شب برات" اور صفحہ ۸۸ پر "دربارۂ لیلۃ القدر"۔ سید شمس الدین عتیقؒ نے اپنی عقیدت کا اظہار جن دیگر بزرگوں

کے ساتھ کیا ہے۔ ان میں شہدائے کربلا، دیگر اولیاً اور اپنے چند مرشدوں کے تئیں اظہارِ عقیدت پر مبنی تخلیقات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اپنے معاصرین میں سے آٹھ دس قلم کاروں پر بھی اظہارِ خیال کیا گیا ہے

۲۔ الحاج مولوی سید شمس الدین عتیق کاشمیری نام کے تحت اپنی کتابوں میں ظاہر ہونے والے اس شاعر کی دوسری کتاب "گلزارِ ابراہیم" ہے۔ یہ آپ کی چند اردو تخلیقات کا مجموعہ ہے جو ۹۴ صفحات پر مشتمل ہے اس میں پیش کئے گئے موضوع "فخرِ کائنات" نام کی کتاب کے موضوعات کے ساتھ ملتے ہیں۔ البتہ یہاں درجن بھر نعتوں اور درجن بھر منقبتوں کے علاوہ مسلمانوں کے بڑے دنوں اور بڑی راتوں پر بھی اظہارِ خیال کیا گیا ہے اور اس اظہارِ خیال میں سماجی سدھار کی طلب بھی ظاہر کی گئی ہے۔ مثلاً "خطاب بہ مسلم" عنوان کے تحت صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں ؎

اے مسلمان اُٹھ جگا دے قوم کو ہے خواب میں
یہ اُمنگ یہ آرزو ہے اس دلِ بیتاب میں
بے رخی ہیں تو کدھر کو یہ چلا پایاب میں
تیری سطوت سے تنزلزل تھا دلِ سیماب میں

— یا —

ہوش میں آئی ہے دنیا اور تو بے ہوش ہے
فکرِ فردا کر ہوا کیوں خوگر خرگوش ہے
ہو گیا ناپید کیوں تیری رگوں سے جوش ہے
کیا تجھے اب تک نہیں قرآن بدل آغوش ہے

۳۔ سید عتیق کی تیسری کتاب "عقدِ ثریا" ہے۔ ۱۶۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اُن کی

Scanned with CamScanner

کشمیری تصنیفات میں سرِ فہرست ہے۔ اس میں اپنی عقیدت کے پھول حضورِ اقدسؐ کے تئیں پیش کرنے کے علاوہ اقبال اور چند صوفی بزرگوں کے تئیں بھی اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض کی تخلیقات کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے اور چند قرانی موضوعات پر بھی نظم پارے تخلیق کئے گئے ہیں۔ مثلاً "اطاعت اولی الامر" صفحہ ۵۶۔ اور "کشتۂ اُم الخبائث" صفحہ ۵۹۔ اس کتاب میں چند خوبصورت مقامات اور انسانی اقدامات پر بھی منظوم اظہارِ خیال ملتا ہے مثلاً "چشمہ ویری ناگ" صفحہ ۲۷، "زونِ بیٹھ انسان کھوت" صفحہ ۶۰۔ سماجی موضوعات کو بھی طنزیہ اظہار کے لیے بھی چن لیا گیا ہے صفحہ ۱۱۱۔ پرنوٹس "آیہ تہ ہٹس دراید" صفحہ ۱۱۵۔ "فکرِ زن از علامہ سعدی شیرازی" اس طرح کے تقریباً تین درجن موضوعات پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے جو کافی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ عتیقؔ کاشمیری کی ایک اور کتاب "چشم مازاغ" ہے۔ یہ کتاب ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں بھی معیاری کشمیری میں حضورِ اقدسؐ کے علاوہ مختلف روحانی شخصیات کے تئیں اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ کشمیر کے اولیاء میں سے جن پر الگ الگ نظمیں لکھی گئیں ہیں۔ ان میں خاص طور پر حضرت امیرِ کبیرؒ حضرت شیخ نور الدینؒ، حضرت سید محمد کھپوریؒ، حضرت نقشبند مشکلکشاؒ اور حضرت سلطان العارفینؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ برِ صغیر کے مشہور اولیاء اللہ پر بھی جو مناقب کشمیری میں تحریر کئے گئے ہیں۔ وہ اس کتاب میں شامل ہیں۔ ایسے بزرگ شعراء میں سے سید علی ہجویریؒ خواجہ معین الدین چشتیؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۵۔ سید شمس الدین عتیق کاشمیری کی ایک اور اہم کتاب "اولیائے کرام" نام سے منظرِ عام پر آگئی ہے۔ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں خاص طور پر حضرت شیخ العالمؒ کے حالات و واقعات اور کرامات کو کشمیری نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے البتہ اردو میں فضائلِ سادات سے متعلق حصہ بھی اس کتاب کے آخری صفحات پر بھی شامل کیا گیا ہے۔

سید شمس الدین کی ایک اور کتاب "شمیم رسالتؐ" کے نام سے منظرِ عام پر آ گئی ہے۔ ۱۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب آپ کی منظومات کے علاوہ چند شرعی امور کے بارے میں سوالات اور جوابات بھی بڑے دلچسپ پیرائے میں اردو میں پیش کئے گئے ہیں۔ تیرہ ابواب پر مشتمل یہ کتاب بھی کئی لحاظ سے بصیرت افروز لگتی ہے۔

۷۔ سید شمس الدین عتیق کی ایک اور کتاب جو ترتیب اور تدوین کر کے اشاعت کے لیے تیار تھی مگر منظرِ عام پر نہ آ سکی وہ آپ کے فرزندوں کے پاس موجود ہے اور اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ بھی بہت جلد منظرِ عام پر آئے گی۔

عتیق کی کئی اور اردو اور کشمیری تخلیقات کے ساتھ ساتھ فارسی تخلیقات بھی منظرِ عام پر آنے کی منتظر ہیں اللہ پاک اُن کی لائق اولاد کو وہ سب جمع کر کے منظرِ عام پر لانے میں مدد کرے۔ میں اس مقالے کو طوالت سے بچانے کے لیے مولانا سید عتیق کشمیری کی شاعری کے چند نمونے پیش کرنے پر اکتفا کروں گی۔

جہاں تک آپ کی فارسی شاعری کا تعلق ہے آپ نے تقریباً تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے البتہ غزل تو شاذ ہی کہی ہے۔ قصیدہ، مثنوی اور قطعہ آپ کی محبوب اصنافِ سخن ہیں۔ اس لیے عام طور پر انہی صنفوں میں شعر کہتے رہے ہیں۔ نعت گوئی آپ کا خاص میدان ہے۔ اپنے آپ کو بھی موضوع بناتے ہیں۔ نعت تینوں صنفوں میں پیش کئے ہیں، حالاتِ دنیا پر اظہارِ خیال کرنے کی طرف بھی کبھی کبھی مائل ہو ہی جاتے ہیں اگرچہ اس میں بھی اصلاحِ معاشرہ کا پہلو مدِنظر رہتا ہے۔ آپ کے کلام میں وعظ و تبلیغ کا خاص عنصر پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو؎

برون در ذاتِ حق را یاد گردان
درون خود ازان آباد گردان

Scanned with CamScanner

دلِ زنگار خورده را تو صیقل
بده از عشق احمد شادگردان

★

ز دردِ دی صاف شو! سو دُر فشانی
بیابی عُمرِ خضرؓ جاودانی
طهارت از درون بیرون بیاور
ز حسد و کینۂ این دارِ فانی

★

ازین اولاد و مالِ زندگانی
ترا حاصل چه حظ و شادمانی
چرا کوبیده گشتی بهرِ ایشان
سوداگرئی دارِ فانی

★

بکُن تو خدمتِ مادر پدر را
نمانی خوار دیابی تاجِ سر را
بکُن تو والدین را شاد و خرم
ازین تو برخوری شاخ و ثمر را

★

عتیقا آیت لاتقنطُو اخوان
ز درگاہم تو گاہے رو مگردان

Scanned with CamScanner

نہ رو از بارگاہم تائبان را
بفضل من ببر تو دین و ایمان

★

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رگ و پے میں عشق محمدیؐ کی لہریں اٹھتی آرہی ہیں اور آپ اس مئے دو آتشہ سے مست ہو کر گرد و پیش کو بھی بھولتے جارہے ہیں۔ مثلاً ؎

تمنائے رُخت در آرزویم
کُنی گر جلوۂ رخ را بہ سویم
ازاں نظارہ جلوہ نمائی
نہ ارزند تاب حسن آبرویم

★

مرا با اودست کارے یار من او
تو لائے دِلم دلدار من او
محمدؐ جانِ من جانانِ من ہم
بچشم چشم من سیار من او

★

آپ قصیدہ اور مثنوی جیسے اصناف بھی نعت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ایک نعتیہ قصیدہ کے یہ اشعار ملاحظ ہوں ؎

دیدار تو در آرزو اُمتِ ترا خیر الامم
شق القمر از دست تو اے رشکِ تابِ والضحیٰ

در خاتم جملہ رُسل ہم انبیاءٔ تابان توئی
در مسجد اقصٰی توی آراء منبر سیدا

ای مصطفیٰؐ وی مرتضیٰ تو سربسر نور الھدیٰ
مجبوبِ حق مطلوب حق خیر الرسل خیر الوریٰ

غفران پناہ داری لقب صدر العلیٰ کھف الوریٰ
بر نخل طور موسوی شد نورِ تو جلوہ نما

آپ کے فارسی کلام سے تصوف کے ساتھ آپ کی دل چسپی کا اندازہ کرنا کچھ مشکل بات نہیں. سالک کو جن منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے اس کے اشارے آپ کے کلام میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں. ؎

شتابان پیر کامل را طلب کُن
دل ز زنگار مراۃ جلب کُن
شوی گمراہ اگر رہبر نہ جوئی
بسویش شوا بسویش لبتہ لب کن

وعظ و تبلیغ میں آپ کے قطعات کچھ کم اہمیت نہیں رکھتے. یتیم بچوں کی ذمہ داریوں کو قارئین کی خاطر یوں دل نشین بناتے ہیں ؎

بخدمت میرک زیرک روان شو
ازین نادان وہم نالان دوان شو
بگویش گشت حق آں پسر گم
خدا را پسر افتہ را امان شو

تمباکو کے مضر اثرات کو سمجھانے کی خاطر حقہ کی طرح طرح سے یوں عکس کشی کرتے ہیں ؎

Scanned with CamScanner

دخان را از کجا آوردۂ تو
درین در پیش دستی بردۂ تو
سیہ دل را سیاہی یار جانی
سیاہی در سیاہی مردۂ تو
ز بد بوئی بہ بد بوئی شدی تو
تحیر اندرین داری خودی تو
خودئے خود ستائی کار شیطان
ز شیطانی بہ شیطانی شدی تو

عتیق صاحب حمد، نعت و منقبت کے علاوہ دوسرے موضوعات پر بھی اظہار خیال کرتے ہیں۔ آپ کی ایک نظم "کشت زار گندم" کے عنوان سے کہی گئی ہے۔ لیکن اس میں محض گندم اگنے کا یا اس کے اوصاف کا ذکر نہیں بلکہ اس کے ذریعے ایک طرح کا اخلاقی درس دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

دانۂ گندم چو مخفی مے شود
مے برآید سبز سر بر تر شتاب
از طفیل ذکر حق گشتہ بپا
میشود از تن سبک رو بے نقاب
در غلاف اخضری موم بیاض
شربت ناپختہ بہر ذوالحساب
دانہا را چوں بدست مے آوری
صرف کن تاب و توان اندر ثواب

Scanned with CamScanner

منفرت خواہی اور معذرت خواہی کے ساتھ ساتھ خدا سے استغفار کرتے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ طفیلِ رسولِ محترمؐ بخشا جاؤں۔ مثلاً

خجل ام خوارام دارم چو شرو
بباطن گشتہ ام مثلِ سیہ مو

زتفسیر کتابم کن نظر بند
خراب است خراب است دہر سو

الٰہا توبہ کردم عفو جویم
گناہم بخش ہم دہ آبرویم

چہ آں یک پرتوے از ردی احمدؐ
زہے قسمت فتد گاہے بسویم

جناب شمس الدین عتیق کے کلام کا کینواس اگرچہ اتنا کشادہ نہیں لیکن ان کا سادہ اور عام فہم اندازِ بیان، شگفتہ اسلوب اور کلام کی تاثیر صرف نظر کرنے سے قاری کو ضرور روکتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جب فارسی کہنے اور فارسی سننے والے لوگوں کی تعداد بہت تیزی سے گھٹ رہی ہے۔ کوئی بھی فارسی شاعر غنیمت ہے اور ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ جناب عتیق صاحب کی وفات ۱۸ دسمبر ۱۹۹۸ء میں ہوئی۔ اللہ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

★

Scanned with CamScanner